ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

مدثر اقبال
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، وفاقی اُردو یونیورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر سید عون ساجد
استاد شعبہ اردو، وفاقی اُردو یونیورسٹی اسلام آباد

ضلع گجرات میں افسانوی ادب کا ارتقاء

Mudassar Iqbal
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad.
Dr. Syed Aoun Sajjid
Department of Urdu, Federal Urdu University, Islamabad.

The Tradition of Legendary Literature in Gujrat District in the Twentieth Century

In literature, District Gujrat has its own individuality. Many renowned personalities took birth in this area of Greek. The most prominent figures among these are Abdullah Hussain and Anwer Masood. With above mentioned personalities, there are also many other literary personalities like Deputy Nazir Ahmed Dhelvi, and Syed Abid Ali who belong to this particular area. I have spent much of my time in this area. According to my experience, Gujrat could not maintain his own individuality as a literary center because Lahore and Rawalpindi took its literary figures in their laps. Some resided in big cities to seek their means of earning. Those who remained were waiting for their luck to shine. Lahore holds an important place with special reference to literature that is why literary activities have always been at peak there. Many movements took birth there, which had revolutionized the literary field, much research has been done on these organizations but despite being a rich literary place, Gujrat could never get this credit of being a prominent place from the literary point of view.

Key Words: *Abdullah Hussain, Nadar Log, Saif ur Rehman Safi, Khita Yunaan, Prof. Zuhair Kunjahi, Navel, Afsana, Shoaib Sadiq, Sang e Mar Mar.*

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

گجرات کا علاقہ قدیم تہذیبوں کا گہوارہ، میٹھے پانیوں اور اساطیری حوالوں کا شہر ہے جسے سر سید نے ”خطہ یونان“، اختر شیرانی نے "وادی رومان" اور فوجی ماہرین نے ”گیٹ وے ٹو کشمیر کہا ہے۔ گویا تاریخی و سیاسی، علمی و ادبی، ثقافتی و جمالیاتی اور جغرافیائی و عسکری حوالوں سے گجرات قابل ذکر اور قابل فخر علاقہ ہے پیر فضل کہتے ہیں:

"شان و الیاں ہوروی بستیاں نیں پر وکھرے شان گجرات دے نیں
ناموری دے اک اک ورق اُتے، ثبت جلی عنوان گجرات دے نیں"(۱)

ضلع گجرات محبتوں کی وہ سر زمین ہے جس پر سوہنی مہینوال کی لازوال محبت اور وفا کی سنہری داستان رقم ہوئی۔ گجرات بہادروں کی سر زمین ہے۔ اس عظیم سر زمین کے بہادر فرزندوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے، وطنِ عزیز کے لئے لہو کے چراغ روشن کیے۔ وطن کے دفاع کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشانِ حیدر ہے۔ گجرات کے تین شیر دل بہادروں نے اپنی جانیں مادرِ وطن پر قربان کر کے نشانِ حیدر حاصل کیا ہے۔ یہ اعزاز صرف گجرات کی سر زمین کو حاصل ہے کہ دس نشانِ حیدر حاصل کرنے والے شہداء میں سے تینوں کا تعلق سر زمین گجرات سے ہے۔ سر زمین گجرات کے یہ عظیم سپوت میجر راجہ عزیز بھٹی شہید، میجر محمد شبیر شریف شہید اور میجر محمد اکرم شہید ہیں۔ جنہوں نے گجرات کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ خطہ گجرات نے زندگی کے ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے سپوتوں کو جنم دیا ہے گجرات کے ایک معروف شاعر سیف الرحمن سیفی کے مطابق:

"ارضِ گجرات تری خاک کا فیضان ہے یہ
تُو نے ہر دور میں عظمت کو جلا بخشی ہے
تری مٹی نے دیا ایسے چراغوں کو جنم
جن چراغوں نے زمانے کو ضیاء بخشی ہے"(۲)

ہماری علمی و ادبی دنیا کے درخشندہ ستاروں کا خمیر اسی مٹی سے اٹھا ہے۔ غنیمت کنجاہی، خوشی محمد ناظر۔ میاں محمد بوٹا، مولوی صالح کنجاہی، نچھی نرائن دبیر، کشمیری لال ذاکر، کرشنا سوبتی، قاضی فضل گجراتی، ٹی سی گجراتی، مفتی احمد یار نعیمی، میاں محمد بوٹا، اُستاد امام دین، سجاد حیدر، مختار مسعود، مولانا اصغر علی روحی، صدیق سالک، پروفیسر انور مسعود، ڈاکٹر مالک رام، شریف کنجاہی، عبداللہ حسین، چوہدری فضل حق، پروفیسر سرور جامعی، صفدر میر، اوریا مقبول جان، جاوید چوہدری، ڈاکٹر اسعد گیلانی، اختر فتح پوری، پروفیسر حامد حسن سید، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، اسلم راہی ڈاکٹر احمد حسین قلعداری، پروفیسر زہیر کنجاہی، روحی کنجاہی، فخر زمان، بشیر منذر، مجید لاہوری جیسے کتنے ہی معروف

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ادبا و شعراء اہلِ گجرات کا فخر ہیں۔ تو اس عظیم سر زمین پر سر سید احمد خاں، ڈاکٹر علامہ اقبال، قائد اعظم محمد علی جناح، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مادرِ ملت فاطمہ جناح، سید عابد علی عابد، بابائے اُردو مولوی عبد الحق، حفیظ تائب، اختر شیرانی اور دیگر عظیم شخصیات نے بھی وقت گزارا ہے۔

> "گجرات اہلِ فضل و کمال کی بستی ہے۔ یہاں ہر دور میں ایسے صاحبان شعر و ادب اور اکابرین علم العرفان پیدا ہوئے جنہوں نے تصنیف و تحلیق کے میدان میں جھنڈے گاڑے ۔ گجرات کے نامور تحقیق کار ڈاکٹر منیر احمد سلیچ کے اندازے کے مطابق ضلع گجرات کے اہلِ قلم کی کم از کم دس ہزار کتب شائع ہو چکی ہیں۔"(۳)

اہلِ گجرات نے علم و ادب کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ تفسیر قرآن، سیرت نبوی مذہبات، فلسفہ، تاریخ، سوانح، سیاسیات، وفیات نگاری اور خود نوشت سے لے کر شاعری، ناول افسانہ اور طنز و مزاح جیسے موضوعات ہیں۔ اردو کے علاوہ فارسی، پنجابی، عربی اور انگریزی میں بھی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ قیام پاکستان اور قیام پاکستان سے قبل آسمان ادب پر گجرات کے عظیم لکھاری درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ قیام پاکستان سے لے کر تا حال (۱۰۵) ایک سو پانچ ادبی تنظیموں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں جنہیں تین ادوار میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا دور ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک ہے۔ اس دور میں گجرات کی بیس ادبی تنظیموں کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ گجرات کی قدیم ترین ادبی تنظیم بزمِ غنیمت ہے جس کا موجودہ نام بزمِ غنیمت و شریف کنجاہی ہے۔ اس ادبی تنظیم کے آثار بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے کے ہیں۔ یہ ادبی تنظیم فارسی کے معروف شاعر مولانا محمد اکرم غنیمت کنجاہی کی یاد میں قائم ہوئی۔ مولانا محمد اکرم غنیمت کنجاہی کی کتاب مثنوی، نیرنگ عشق، گجرات کی قدیم ترین کتاب ہے جو ۱۸۳۴ء میں لکھنو سے شائع ہوئی۔ یہ بہت پہلے سے تحریر شدہ ہے۔ مثنوی نیرنگ عشق پاکستان اور ایران کے نصاب کا حصہ ہے۔ جو اہلِ گجرات کے لئے فروغِ ادب میں عظمت کا نشان ہے۔ ایران والوں نے غنیمت کنجاہی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کے اعزاز سے بھی نوازا ہے۔ بزمِ غنیمت و شریف کنجاہی سے تعلق رکھنے والے بیسیوں لکھاریوں نے سینکڑوں کتب تحریر کی ہیں اور فروغِ اردو ادب میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پروفیسر شریف کنجاہی جو اپنے آپ میں ایک دبستان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۵۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں۔ انہوں نے بزمِ غنیمت کے علاوہ گجرات کی تمام چھوٹی بڑی ادبی تنظیموں میں بنیادی رکن، سرپرست اور صدر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

پروفیسر شریف کنجاہی کی کتاب، مہمانیاں، پنجاب یونیورسٹی کے سلیبس کا حصہ ہے۔ بزمِ غنیمت کے معروف ادبا و شعراء میں غنیمت کنجاہی، منشی ننھی نرائن، خوشی محمد کنجاہی، لطف اللہ مرحب، مولوی صالح کنجاہی ،پنڈت کالورام، قاضی نیک عالم، ملک عظمت اللہ، غلام سرور، کشمیری لال ذاکر، ڈاکٹر اللہدتہ غالب، شیخ محمد اشرف سائل، عبدالقادر خوشتر، غلام حسین واصف، چوہدری نور محمد، روہی کنجاہی، عدیم یوسفی، زہیر کنجاہی، پروفیسر شریف کنجاہی، احسان الحق سلیمانی اور دیگر شامل ہیں۔ جو فروغ اردو ادب میں دن رات کوشاں رہے۔

گجرات کی قدیم ادبی تنظیموں میں سے ایک بزمِ اقبال ہے۔ یہ ۱۹۸۳ء میں زمیندار کالج میں قائم ہوئی۔ اور ہنوز ادبی خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ اقبال کی زندگی میں اقبال کے مشورے اور خوشنودی سے بننے والی یہ واحد تنظیم ہے اور اقبال کی وفات کے سانحہ کے اطلاع کے بعد سب سے پہلا تعزیتی پروگرام کرنے کا شرف بھی اس تنظیم کو حاصل ہے۔ بزمِ اقبال کے زیر اثر پروان چڑھنے والے گجرات کے اہلِ قلم نے فروغ اردو ادب میں اہم کردار کیا ہے۔ ملک کے معروف لکھاری عبداللہ حسین، مبارک احمد، جسٹس الیاس احمد، پروفیسر انور مسعود، خاقان خاور، پروفیسر مسعود ہاشمی، عاشور کاظمی، سید افتخار حیدر، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، پروفیسر شریف کنجاہی، ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری، پروفیسر منیر الحق، پروفیسر سیف الرحمن سیفی، عوامی شاعر بشیر منذر، مختار مسعود، محمد صفدر میر، ڈاکٹر شاہین مفتی، فخر زمان، اوریا مقبول جان، اختر حسین، جعفری، زیبا اورانی، پیر فضل حسین فضل، پروفیسر فضل حسین مغل، چوہدری فضل الٰہی (سابق صدر پاکستان)، نوابزادہ مہدی علی خان، حفیظ تائب اور دیگر اسی بزمِ اقبال کے پروردہ ہیں۔

بزمِ اقبال کے تحت ایسی لازوال کتب تخلیق ہوئیں جنہوں نے معاشرے پر انمٹ اور مثبت اثرات مرتب کئے۔ بزمِ اقبال کے تحت نہ صرف ضلعی شعر و ادب میں شاندار ادبی روایات قائم ہوئیں بلکہ قومی سطح پر یہ ادب نصاب کا حصہ بنا جو اہلِ گجرات اور ضلع گجرات کے لیے باعثِ فخر ہے۔ عوامی شاعر بشیر منذر کی بہت سی نظ میں اردو کتب کی زینت بنی۔ عبداللہ حسین (نادار لوگ) نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے معروف ادیب کہلوائے جاتے ہیں بلکہ جہاں جہاں بھی اردو لکھی پڑھی یا بولی جاتی ہے لوگ عبداللہ حسین سے واقف ہیں۔ انہوں نے تقسیم پاکستان اور اس کے اثرات و ثمرات پر مثبت ادب تخلیق کیا ہے۔ ان کے ناول اداس نسلیں، نادار لوگ، باگھ اور قید وغیرہ سے معاشرے اور اس کے مسائل کھل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

گجرات کی ایک اور قدیم بزم انجمن خدام اسلام نے انجمن علی گڑھ کی طرز پر کام کرتے ہوئے گجرات میں علمی مدارس قائم کئے جو آج تک قوم کے نونہالوں کی ترتیب میں مصروف عمل ہیں۔ بزم مہدی بھی گجرات کی قدیم بزموں میں سے ایک تھی اس بزم نے بھی تشکیل پاکستان کے حوالے سے بڑا مثبت ادب تخلیق کیا۔ اس کے روح رواں نوابزادہ مہدی علی خاں کے والد نے گجرات میں انجمن علی گڑھ اور سر سید سے متاثر ہو کر بالکل اسی طرز پر ایجوکیشنل سوسائٹی، اس کے بعد گورنمنٹ زمیندار کالج، گورنمنٹ کالج برائے خواتین اور سر فضل الٰہی سکول کا اجراء کیا اور ادب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ضلع بھر میں تعلیمی لحاظ سے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ ضلع گجرات میں ۱۹۴۰ء کی دہائی سے لے کر منظر عام پر آنے والی تنظیموں میں سے عظیم حلقہ ارباب ذوق جو کہ ملکی سطح کی تنظیم تھی نے بھرپور ادبی اثرات مرتب کئے۔ پروفیسر شریف کنجاہی، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، پروفیسر حامد حسن سید، مبارک احمد ،شاہد واسطی، اوریا مقبول جان، راحت ملک، کاوش بٹ، رمضان صائب، فخر زمان، پیر فضل حسین فضل و منشی لطیف اور دیگر ساتھیوں نے اس تنظیم کے تحت جاندار اور پُر اثرات ادب تخلیق کیا۔ اس تنظیم کے تحت ۱۹۶۳ء میں، منتخب ادب، کے نام سے ایک کتاب شاءع کی گئی جس میں مختلف شعراء وادبا کا کام، مضامین اور افسانے موجود تھے۔ اس ادبی تنظیم نے گجرات میں شاندار ادبی خدمات سرانجام دی۔

اردو ناول نگاری میں عبد الحلیم شرر، مرزا ہادی رسوا، علامہ راشد الخیری، ڈپٹی نزیر احمد، ڈاکٹر احسن فاروقی، قرۃ العین حیدر، نیر سلطانہ، بانو قدسیہ، شوکت صدیقی، نسیم حجازی، اسلم راہی، قدرت اللہ شہاب، انتظار حسین، عصمت چغتائی، ممتاز مفتی، صدیقی سالک، عبداللہ حسین (گجرات)، انیس ناگی، فریحہ مستور، انور سجاد، رحیم گل وغیرہ کے نام سے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ گجرات کے معروف ناول نگاروں میں اسلم راہی ایم اے، عبداللہ حسین، برگیڈیئر صدیقی سالک، پروفیسر زہیر کنجاہی، فخر زمان، ثریا شمع ملک، ڈاکٹر جاوید سوز، مستنصر حسین تارڑ، (آبائی شہر گجرات) اور دیگر شامل ہیں۔

پاکستان کے معروف ناول نگار عبد اللہ حسین کا تعلق گجرات سے ہے۔ بزم اقبال کے ادبی حلقوں سے آغاز کیا اور ملک کے معروف ناول نگار گردانے گئے۔ وہ ادبی حلقوں میں معتبر حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کے مشہور ناولوں میں ''اداس نسلیں کو آدم جی ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ باگھ، نادار لوگ کی اشاعت سے خوب داد سمیٹی۔'' اُن کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں ۲۰۱۲ء میں کمال فن ایوارڈ دیا گیا۔ عبد اللہ حسین ایسے ناول نگار ہیں جو مجرد افکار کو کہانی کی صورت میں ڈھالنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ انہوں نے ادب کو اپنے عہد جمالیات،

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

آدرشوں، عام انسانی اندیشوں اور دم توڑتی امیدوں کے اظہار وانکشاف کا ذریعہ بنایا ہے۔ انسانی سماجیات سے ان کی گہری دلچسپی ہے، وہ انسانی فطرت کی بُو قلمونیوں آس کی جذباتی ورومانی کشمکش اور انسانی نفسیات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہیں، وہ عام سیاسی سماجی کرداروں کو ادبی اور تاریخی اہمیت کے قابل بنادیتے ہیں۔ عبد اللہ حسین کے ہاں فرد کی آزادی کی حدود کا تعین اہم مسئلہ ہے۔ انہوں نے تجربات کو خالص اور حسی طریقے سے پیش کیا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ:

"تاریخ کا مطالعہ سیاسی شعور پیدا کرنے کے لئے از حد ضروری ہے، اور ہ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں، جب قومیں تاریخ کے علم کی کمی کی وجہ سے سیاسی جدوجہد ہار گئیں۔"(۴)

"عبداللہ حسین کا اداس نسلیں" ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ ناول کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ہوتا ہے۔ اصل کہانی جنگ عظیم سے شروع ہو کر قیام پاکستان پر ختم ہوتی ہے۔ ناول میں پنجاب کے گاؤں کا عکس ملتا ہے۔ اس میں سیاسی جدوجہد اور عوام کی بے چینی عیاں ہے۔ درج ذیل اقتباس سے سیاسی وسماجی شعوری پختگی کا احساس ملتا ہے۔

" میں چاہتا ہوں، کہ ہندوستان اپنی طاقت اور قوت کا احساس رکھتے ہوئے، عدم تشدد کو اختیار کرے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ یہ جانے کہ وہ اپنے اندر ایک ایسی روح رکھتا ہے، جو تباہ نہیں ہونا چاہتی اور جو ہر انسانی کمزوری پر غالب آسکتی ہے۔"(۵)

سیاسی وسماجی شعوری کی غمازی کرنے والا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

"ہندوستان کتنا بڑا ملک ہے، اس میں کتنے جاگیر دار، کتنے مالک اور کتنے نوکر ہیں، اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں۔ ہم چند آدمی غاروں میں چھپ کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہ درندوں کی زندگی اور درندوں کی جگہ ہے۔ ہم اپنے والدین کی نسبت بد تر زندگی بسر کر رہے ہیں، انہوں نے محنت کی اور خاموش رہے۔ بڑی خاموشی، بڑی طاقتور جنگ۔ ہم نہ محنت کرتے ہیں نہ جنگ کرتے ہیں، محض چوری کرتے ہیں۔" (۶)

پورے ناول کی سیاسی فضا اس نکتے میں سمٹ آئی ہے، کہ تاریخ کے مرحلوں سے گزرتے ہوئے اکثر اوقات تاریکی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں نے اس حوالے سے ٹھیک کہا ہے کہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"تاریکی اور معدومیت باقی کرداروں کا مقدر نہیں۔ صرف نعیم اپنے اس انجام کو پہنچتا ہے۔" (۷)

پروفیسر اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں کہ

"ناول کا موضوع نعیم کی انا کا سفر ہے۔ اس سفر کے دوران مختلف مرحلوں پر شکست وریخت تحلیل اور شیرازہ بندی کا جو عمل سامنے آتا ہے یادوں کے جو ریلے تحت الشعوری سطح پر سے گزرتے ہیں شخصیت کا مرکزی نقطہ سیاسی وسماجی حالات میں تغیر و تبدل سے جس طرح اثر پذیر ہوتا ہے اس کے توازن کو درہم برہم کرنے کے جو عوامل اور حوادث ذمہ دار ہوئے ان سب حقائق کی مختلف جہتوں سے ہم نعیم کے ذریعے ہی آگاہی حاصل کرتے ہیں۔" (۸)

عبداللہ حسین کے دوسرے مشہور ناول نادار لوگ میں بھی سیاسی
وسماجی رجحانات کے واضح نقوش دیکھے جاسکتے ہیں۔

"پاکستان کے دو ٹکڑے کیونکر ہوئے وہ کونسی وجوہات تھیں، جن کی بناء پر پاکستانی فوج کو مشرق پاکستان میں ہتھیار ڈالنے پڑے، ان وجوہات کا تعین کرنے کے لئے انکوائری کمیٹی مقرر کی گئی۔ اپنی تفتیش اور تحقیق کے نتیجے میں کمیشن اس فیصلے پر پہنچا کہ یہ محض ایک عسکری شکست نہ تھی، بلکہ ایک عظیم سیاسی اور اخلاقی ہار تھی۔" (۹)

مشہور ناول،،نادار لوگ،، سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے علاقہ کی متروکہ زمینوں پر آکہ قابض ہوگئے ہیں، ان ناجائز قبضہ جات کے ذمہ دار کون ہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں، اس حق تلفی کے ذمہ دار وہ حکومت کے کارندے ہیں، جنہوں نے سونا اگلنے والی زمین بڑے بڑے استحصالی زمینداروں کو عنایت کی ہے، لیکن جو محنت کش اپنے خون پسینے سے یہ سونا اگاتے ہیں، وہ کل بھی غریب کسان اور کھیت مزدور تھے، اور آج غریب کسان اور کھیت مزدور ہیں۔" (۱۰)

گجرات کے ہی ایک اور ناول نگار ڈاکٹر جاوید زمان سوز سوسائٹی کی غلط روشوں سے بھرے ماحول سے حقیقت پسندانہ نگاہوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ زندگی اور اُس کی حقیقتوں کے بارے میں کافی مشاہدہ رکھتے ہیں۔ اردگرد کے ماحول سے مشاہدہ کے ذریعے نتائج اخذ کرنا اور انہیں کہانی کے روپ میں ڈھالنا اُن کی بہت بڑی خوبی ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ڈاکٹر جاوید زمان سوز کا ناول ''پھول چنتی رہی'' پہلی دفعہ ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک المیہ ناول ہے۔ اس میں ایسی زندگی کروٹ لیتی نظر آتی ہے جو بیشتر انسانوں کے قلبی انتشار، ذہنی ہیجان اور فطری رجحان کی نمائندگی کرتی ہے۔ ڈاکٹر جاوید زمان نے زندگی کی سسکتی ہوئی قدروں اور بلکتے ہوئے زاویوں کی ترجمانی بڑے بھرپور انداز میں کی ہے۔ ڈاکٹر جاوید زمان یوں رقمطراز ہیں:

"عورت بیٹی کے روپ میں مجسم فرمانبرداری، بہن کے روپ میں مجسم خلوص، ماں کے روپ میں مجسم ممتا، بیوی کے روپ میں مجسم ہمدردی اور ایثار، محبوبہ کے روپ میں مجسم محبت ہوتی ہے، اور جب اس کا گوشت بیچنے کے لئے بازاروں میں لایا جاتا ہے، تو اسے رنڈی کا لقب دے کر چکلوں پر بٹھایا جاتا ہے تو وہی بہن، وہی بیٹی، وہی ماں، وہی بیوی، وہی محبوبہ مجسم شیطانیت اور بے حیائی بن جاتی ہے۔" (۱۱)

اپنے اسی ناول میں ایک دوسری جگہ یوں تحریر کرتے ہیں:

"زندگی کے آغاز اور انجام میں کتنا فرق ہے رات اور دن کا، خزاں اور بہار کا، دھوپ اور چھاؤں کا، مشرق اور مغرب کا۔ میری زندگی کا آغاز بہاروں سے شروع ہوا اور خزاں پر جا کر ختم ہو گیا۔" (۱۲)

اسلم راہی نہ صرف گجرات بلکہ ملک بھر کے معروف لکھاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ ملازمت میں کبھی کراچی، کبھی لاہور رہے ہیں۔ لیکن گجرات سے گہرا تعلق اور رشتہ بنائے ہوئے تھے گجرات ان کی جنم بھو می ہے۔ گجرات کی ادبی محفلوں میں بھی شرکت کرتے رہتے تھے۔ اُن کے بے شمار ناول ہیں جو زیادہ تر تاریخی، اصلا حی اور رومانی ہیں۔ نسیم حجازی کے بعد سب سے زیادہ تاریخی ناول لکھنے والے اسلم راہی ہیں جن کا طرزِ تحریر بڑا مرصع مسجّع اور مقفٰی ہے۔ الفاظ کے چناؤ میں مہارت اور دلکشی اپنی مثال آپ ہے۔ تاریخ پر بہت مہارت رکھتے ہیں اور اُس عکس کو قارئین کی آنکھوں کے سامنے لے آتے ہیں اُن کے ناول نورالدین زنگی سے اقتباس درج ذیل ہے۔

"یہ صورتِ حال یقیناً سلطان نور الدین زنگی کے لئے لمحہ فکریہ اور پریشانی کا باعث تھی، آخر کار اُس نے مدینہ النبی کے امراء اور اکابرین کو جمع یا اور مخاطب کر کے کہا کہ مدینہ کا کوئی شخص ایسا تو نہیں جو کسی وجہ سے میرے کھانے میں شریک نہ ہو سکا ہو۔ سلطان نور الدین زنگی کے استفسار پر اللہ کا ایک بندہ اُٹھا، اور نور الدین زنگی کو مخاطب کر کے کہنے لگا، اے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سلطان! مدینہ کے لوگوں میں تو کوئی ایسا نہیں رہا جس نے اس دعوت میں شرکت کر کے کھا نا نہ کھایا ہو، البتہ دو انتہائی بزرگ اور خدا رسیدہ زائر جن کا تعلق مغرب سے ہے اور کچھ عرصہ سے یہاں مقیم ہیں اس دعوت میں شامل نہیں ہوئے۔" (۱۳)

فخر زمان گجرات کے وہ نامور سپوت ہیں جنہوں نے ادب اور سیاست میں یکساں لوہا منوایا ہے۔ وہ ملک کے نامور سیاستدان ہیں جو وقتاً فوقتاً اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ ادب میں نہ صرف گجرات اور پاکستان بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی پہچانے جاتے ہیں۔ اُن کی کئی کتابوں پر پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالے لکھے جا چکے ہیں، اُن کی کتابوں میں مارشل لاء دور میں ضبط بھی ہوئیں، جن پر ۱۸ سال بعد پابندی اُٹھی۔ اُن کے ناول اور کتابیں کئی مما لک میں نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔ ناول نگاری اُن کا خاص موضوع ہے۔ اردو، پنجابی ناول لکھتے ہیں اور ترجمہ کے میدان میں بھی مہارت رکھتے ہیں، اُن کے پنجابی ناول زیادہ مشہور ہوئے جن میں "ست گواچے لوگ" قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، اور سندھ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل رہا ہے۔ فخر زمان کے ناولوں کا اسلوب جدیدیت کا رنگ لئے ہوئے ہے، جن میں حسیت اور معاشرے کی مروج نظریات سے بغاوت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ فخر زمان نے ناولوں میں زندگی کا انت پانے کی کوشش کی ہے۔ فخر زمان اپنے ایک ناول میں یوں لکھتے ہیں:

"زندگی کبھی نہیں مرتی کیونکہ زندگی کا نام عشق ہے اور عشق کو کبھی کسی نے مرتے نہیں دیکھا۔ اگر عشق مرا ہو تو شاید قیامت آجائے۔" (۱۴)

ایک جگہ فخر زمان اپنے ناول میں یوں تحریر کرتے ہیں:

"عورت نے بدبو دار گندے پانی کی اُن پر قے کرتے ہوئے کہا آؤ بہادرو! چُپ کر کم ذات، وہ سب بولے۔ آؤ سورماؤ، عورت نے پیٹ کو دبا کر تمام بدبو دار پانی کی بوچھاڑ مردوں کے منہ پر دے ماری۔ چاروں غصے سے باولے ہو گئے۔ تمہاری یہ اوقات کم ذات۔" (۱۵)

فخر زمان کا ناول "توکہ میں" کسی ایک دیس، ایک شہر یا ایک گاؤں کی کہانی نہیں بلکہ یہ داستاں دنیا بھر کے ملکوں، شہروں اور دیہات کی بات ہے، یہ علامتی مجردانداز میں لکھا ناول ہے، جس میں تقسیم، سرحدوں، کھنچاؤ، نفرت، محبت اور امن کو موضوع تحریر بنایا گیا ہے، جس شخص کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے وہ اللہ لوک ہے۔ مگر مصنف کے خیال میں وہ بڑا سیانا اور عقلمند ہے کہ معاشرے کے بعض اوقات زیادہ عقلمند بھی کملے اور سودائی بن کر درس محبت کا پرچار کرتے ہیں۔ فخر زمان کے ناول،، توکے میں،، میں سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"دل ہی دل میں کہنے لگا میں فرد واحد نہیں، میرے کئی روپ ہیں۔ میں ایک جسم میں پانچ کا مرکب ہوں۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر خود کلامی کے نداز میں بولا میرے ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں۔ پھر اُس نے چُھنگلی انگلی کو پکڑا اور کہا، یہ دوستی ہے، دوسری انگلیاں پکڑی اور کہا ، یہ امن ہے۔ اُس نے تیسری انگلی پکڑی اور کہا، یہ شانتی ہے۔ چوتھی انگلی پکڑی اور پکارا یہ محبت ہے۔ آخر میں اُس نے انگوٹھا پکڑا اور کہا، یہ خیر بخش یعنی خیر و یعنی میں ہوں۔" (۱۶)

گجرات کی معروف ناول نگار ثریا ملک شمع سیاسی و سماجی حیثیت سے متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ ادب کے حوالے سے بڑا معتبر نام ہے۔ انہوں نے گجرات کے ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی۔ کئی ادبی محفلوں میں زیرِ نظر ناول "تعبیر،، کے اقتباس پیش کرتی رہی ہیں۔ وہ ایک انسان دوست اور درِ دل سے آشنا لکھاری ہیں۔ جو زندگی کے جمود انداز قبول کرنے سے انکاری ہیں اور خوشگوار تبدیلی چاہتی ہیں۔ ثریا ملک شمع گجرات کی پہلی خاتون ناول نگار ہونے کا اعزاز بھی رکھتی ہیں، گویا معاشرے کے جوانوں کے دکھوں کی زبان سننے کی سعادت بھی انہیں حاصل ہے۔ ناول "تعبیر،، میں مصنفہ نے افرادی شکست وریخت کا اجتماعی تصور پیش کیا ہے۔ ان کا مشاہدہ عمیق اور وسیع ہے، سماج کی نقاب کشائی کے ساتھ ہی جذبوں کی رونمائی پر بھی دسترس رکھتی ہیں، وہ شگفتہ طرز کی مالک ہیں۔ مختلف انسانوں کے دلوں کی پیچ در پیچ نفسیاتی گرہیں نوک قلم سے کھولتی چلی جاتی ہیں۔

"رات کی تاریکی گہری ہوتی گئی اور ان تاریکیوں میں دلوں کی تاریکیوں نے بھی جگہ نکال لی منشی جی کے گھر کا کمرہ، ہلکے لیمپ کی روشنی میں سفید بستر رات کی مدھر تانوں سے بے خبر اپنے آپ کو ایک دوسرے میں جذب کرتے ہوئے دو جسم اور بہتا ہوا وقت شناسائی کے پردے میں لعنت کا جنازہ علم لئے ہوئے نکل گیا گل بے حد شرمسار، تعبیر غم کی تھی گہرائیوں میں ڈوب گئی گم سُم!(۱۷)

پروفیسر زہیر کنجاہی نے جہاں شاعری کی تمام اہم اصناف میں اپنا لوہا منوایا ہے وہیں نثر کے میدان میں بھی جھنڈے گاڑے ہیں۔ اُن کے ناول ارادت میں محبت کی کہانی بیان کی گئی ہے جس میں ہونے اور نہ ہونے کے درمیان فاصلہ برقرار رہتا ہے۔ وہاں محبت کا تقدس بھی بحال رہتا ہے۔ ارادت میں شوخی شرارت، محبت کی چاشنی، ایفائے عہد، انسانی رشتوں کی پہچان، تاریخ، معاشرت، سماجیت، علم، رویہ غرض ہر ذائقے کی پہچان سے واقفیت ہے۔

> جب کسی قوم کی بد بختی آتی ہے تو قوم کے افراد ایک ایسے راستے پر گامزن ہو جاتے ہیں، جس پر چل کر نئی نسل تباہ ہو جاتی ہے۔ نئی تہذیب اور موجودہ ترقی کا یہ مطلب نہیں، کہ ہم آنکھیں بند کر کے مغرب کے نقشِ قدم پر چلتے جائیں، کم از کم اتنی آنکھیں تو کھلی رکھیں کہ سامنے والا گڑھا نظر آ جائے، شاید دیکھ کر ہم اپنے آپ کو گڑھے میں گرنے سے بچا لیں۔ کنویں میں گرتے تو دیر نہیں لگتی، مگر اس سے باہر آنے کے لئے وقت، ایثار اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے جو ہماری قوم میں نظر نہیں آتی۔ (۱۸)

بزم غنیمت کے پلیٹ فارم سے اُبھرنے والے نوجوان ادیب ظفر ادیب نے بھی فن ناول نگاری میں اپنا لوہا منوایا ہے، اُن کا ناول درد کے رشتے، معاشرتی رویوں کی لفظی تصویر ہے، ایسے رشتوں کی کہانی جو اپناتے ہوئے، غیر اور اُن عزیز از جان غیروں کی کہانی، جن کے سامنے خونی رشتے حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ ظفر ادیب نے اپنے اس ناول میں معاشرتی ناہمواریوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جس کا شکار یہ معاشرہ اُس وقت سے بنا ہوا ہے جب سے انسان نے مہذب زندگی میں قدم رکھا ہے۔ محبت ایک فطری تقاضا ہے جس میں طبقاتی کشمکش کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ تو رب کائنات کی ودیت کردہ حقیقت ہے، جس کے سامنے سارے جذبے سارے احساسات ماند پڑ جاتے ہیں، کہتے ہیں محبت اندھی ہوتی ہے، یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، وجہ چاہے کچھ بھی ہو لیکن طبقاتی اور معاشرتی فرق اس پر اپنا اثر چھوڑ جاتا ہے جس کے نتاءج تباہ کن ہوتے ہیں، قلم کا رشتہ درد کے رشتوں کی طرح اٹوٹ ہوتا ہے، درد کی لہریں جب کاغذ اور قلم کے درمیان رشتہ جوڑتی ہیں تو درد کے رشتے جیسے خوبصورت ناول جنم لیتے ہیں۔ ظفر ادیب درد کے رشتے میں ایک جگہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

> میں نگہت بھابھی کے دل سے اُٹھتی ہوئی ٹیسوں کو اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی۔ درد کے رشتے بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں۔ دوسروں کا دکھ اپنا سا محسوس ہوتا ہے۔ دوسرے کی آنکھ سے ٹپکتے ہوئے آنسو اپنے اپنے سے لگتے ہیں۔ میرا خیال ہے درد کا یہ رشتہ تمام رشتوں سے بڑھ کر اور تمام بندھوں سے مضبوط ہوتا ہے۔ (۱۹)

انگریزی ادب میں افسانہ Short Story کہلاتا ہے۔ یہ داستاں اور ناول کی ارتقائی اور ترقی یافتہ شکل قرار دی جاتی ہے۔ ایسی مختصر کہانی جو ایک نشست میں یا کم از کم وقت میں پڑھی جا سکے افسانہ کہلاتی ہے۔ داستان یا قصہ گوئی اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ حضرت انسان۔ غاروں میں رہنے والے انسان اپنے تحفظ کے لئے جب آگ کے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

الاؤ کے گرد بیٹھتے تو دن بھر کی کارگزاری ایک دوسرے کے ساتھ شئیر کی جاتی۔ یہ مجالس گزرتے وقت کے ساتھ سنور کر قصے، کہانیاں اور پھر افسانہ کی شکل اختیار کرتی گئیں۔ انسانی زندگی بدویت سے نکل کر مدنیت سے آراستہ ہوئی تو قلم نے جوت جگانی شروع کی، اور قصے کہانیاں اور افسانے مرتب ہوئے۔ افسانہ ایسی تحریر ہے، جو کسی خاص واقعہ کو وحدت تاثر کے ساتھ بیان کرے، اور ایک کردار کی زندگی کے کسی ایک پہلو کو مختصر انداز میں پیش کرے۔

داستان اور ناول میں طوالت، کا عمل دخل کارفرما ہوتا ہے، اور ان میں موضوع کی قید نہیں ہوتی جبکہ افسانہ میں وحدت تاثر بنیادی اہمیت کی حامل ہے، اور وحدت تاثر کو ابھارنے کے لئے افسانہ میں صرف ایک مقصد پر زور دیا جاتا ہے، افسانے کی دوسری خوبی اس کا اختصار ہے۔ افسانہ کے لئے کہانی اور پلاٹ اتنا ہی لازم ہے، جتنا عمارت کھڑی کرنے کے لئے زمین ضروری ہے، پلاٹ وہ خاکہ ہے جس کے مطابق افسانہ نگار قصہ یا کہانی کا آغاز، کلائمیکس اور پھر اُس کو اختتام تک پہنچاتا ہے، اور اُسے موزوں نتیجہ عطا کرتا ہے۔ گویا ناول اور داستان کے اجزاء افسانے کی بنیاد بنتے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ قصے کہانیاں ناول اور داستانوں پر ہی افسانہ کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔

افسانہ کے آسمان پر کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، مرزا ادیب، ممتاز شیریں، انتظار حسین، رتن ناتھ سرشار، اے حمید، قرۃ العین حیدر، احمد ندیم قاسمی، پنڈت رتھن ناتھ اشک، سجاد حیدر یلدرم، عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، انور سجاد، پریم چند، سعادت حسن منٹو اور غلام عباس وغیرہ دمکتے ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ان افسانہ نگاروں میں سے ایک معتبر نام غلام عباس کا ہے۔ قابل فخر بات یہ ہے کہ کئی بزرگوں کی روایتوں کے مطابق غلام عباس بھی گجرات کے عظیم سپوتوں میں شمار ہوتے ہیں، جبکہ نوجوان اس سے انکاری ہیں۔ اگرچہ ان کی عمر بڑے شہروں میں گزاری۔ گجرات کے افسانہ نگاروں میں معروف نام ڈاکٹر جاوید زمان سوز، نومی چوہدری، اشفاق ایاز، شعیب صادق، فیصل نواز چوہدری، ثریا ملک شمع، پروفیسر زہیر کنجاہی، زیب النساء زیبی، اسعد گیلانی، منیر سید اور منظور حسین مرزا کے ہیں، جو گجرات میں کسی نہ کسی ادبی محفل کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ پروفیسر زہیر کنجاہی گجرات کی ادبی دنیا کا محترم، معتبر اور غیر متنازعہ حوالہ ہیں۔ آج وہ اس فانی دنیا میں نہیں، لیکن آج بھی اہل دانش کے لئے وہ اتنے ہی واجب الاحترام ہیں، جتنا کہ اپنی زندگی میں تھے۔ ان کا نام گجرات میں حوالہ (ریفرنس) کے طور پر لیا جاتا ہے، انہوں نے ادبی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اُن کی شخصیت پر مقالہ جات لکھے گے ہیں، ادب میں ان کی روش دوسروں سے ہٹ کر نظر آتی ہے۔ وہ ایک خوبصورت اور فکر انگیز افسانہ نگار ہیں، انسانوں کا مطالعہ اور مشاہدہ اُن کے افسانوں کو وہ رنگینی عطا کرتا ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قاری خود

افسانوں کے ساتھ افسانوں کے کرداروں کے ساتھ گھوم رہا ہے۔ اُن کے افسانوں کی زبان دلکش اور سادہ ہے کہ قاری کو اپنی قلبی واردات محسوس ہوتی ہے۔ شمشاد احمد جلالپور جٹاں سے تعلق رکھتے ہیں۔ افسانوں میں اُن کا دلکش طرزِ تحریر افسانہ نگاروں میں ممتاز کرتا ہے۔ افسانوی تصویر کشی ملاحظہ ہو۔

> "موت اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے بیٹھی تھی اس کا اندر باہر سے کہیں زیادہ گرم او روسیع وعریض ریت کا سمندر تھا اور اس نے سرخ آگ کے جھکڑ چل رہے تھے۔"(۲۰)

فیصل نواز چوہدری کا شمار گجرات کے زیرک اور منجھے ہوئے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ کافی عرصہ سے ناروے میں مقیم ہیں، لیکن پاکستانی معاشرت کے علمبردار ہیں۔ خصوصاً گجرات سے والہانہ شغف اور عقیدت رکھتے ہیں۔ پاکستان آمد پر گجرات کی ادبی محفلوں کو چار چاند لگا دیتے ہیں، ان کا قلم زندگی کے ہر میدان میں ہر موضوع پر اُٹھتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ جب کسی موضوع کو مد نظر رکھتے ہیں، تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قلم پر ان کی انگلیوں کی نہیں، بلکہ ذہن کی حکمرانی ہے۔ قلم بے اختیار اُس منزل کی طرف بڑھتا جاتا، کھینچا چلا جاتا ہے جس کا فیصل نے اپنے ذہن میں تعین کیا ہوتا ہے۔ فیصل کی کتاب، آزاد قیدی، اٹھارہ افسانوں کا مجموعہ ہے، وہ افسانوں کو سوانح کے رنگ میں رنگتا دکھائی دیتا ہے۔ بالکل ایسے جیسے کسی کو بچانے کے لئے اُس کا الزام اپنے سر لے لیا جائے، یہ کوئی عظیم شخص ہی کر سکتا ہے۔ فیصل کا افسانہ، ناروے کیا حال ہے، تین عورتوں تین کہانیاں کی بہترین مثال ہے۔ فیصل اپنے اس افسانے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

> پتر یاد رکھ! جو ماں اپنے بچے کو نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے وہ اس کے دل کی بے چینیوں سے آگاہ ہوتی ہے، ناروے میں برف پر چلتے ہوئے جب اولاد کے پاؤں گیلے ہو جاتے ہیں تو ماں کو پاکستان زکام لگ جاتا ہے۔ تم اپنی بیوی سے خوش تو ہو نا(۲۱)

اُن کا افسانہ، سنگ مرمر کا قبرستان سبق آموز ہے۔ جو راقم کو محلات میں ضائع کرنے کے بجائے افرادی قوت کو روزگار فراہم کرنے پر زور دیتا ہے۔ نئی نسل کی نئی سوچ کے انداز فکر کو بیان کرتا ہے۔

> گھر تو وہ ہوتے ہیں جہاں انسان کو قدم رکھنے سے سکون ملتا ہے۔ ان پتھر کی دیواروں میں میرا دم گھٹتا ہے۔ اس کی رقم سے مکان بنوانے کی بجائے فیکٹری بنائی جاسکتی تھی جس سے روزگار کے مواقع فراہم ہوتے۔(۲۲)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

منظور حسین مرزا حلقہ اربابِ ذوق گجرات میں شمولیت کرنے والے افسانہ نگار ہیں ۔ اُن کا افسانہ تصویر اُنکی فنی مہارت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

> بابا آپ بولتے کیوں نہیں آپ خاموش کیونکر ہیں میری تعریف کیجئے نا۔ کرنل کے چہرے پر خوشگوار تاثر پھیل گیا اور آخر کار بولا۔ یہ یقیناً فن کارانہ ہے۔ تم نے بجا طور پر اس میں اپنا اور دل روح شامل کر دیئے ہیں۔ لیکن میری پیاری بچی یہ تصویر شاہد کی ہے میری نہیں۔ (۲۳)

ثریا ملک شمع کا شمار گجرات کی معروف ناول نگار اور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے ۔ اُن کے افسانے حلقہ اربابِ ذوق گجرات کی ادبی نشستوں کی زینت بنتے رہے ہیں۔ زیر نظر افسانہ "آخری سہارا" میں اپنے قلم کے جوہر یوں دکھاتی نظر آتی ہیں۔

> آسیہ کھیل ختم ہو چکا ہے تم ہار چکی ہو، کشتی کے بادبان پھٹ چکے ہیں، ساحل تک پہنچنے کے لئے اب تمہیں سہارے کی ضرورت ہے۔ ساحل پر پہنچ کر ہم نیا بادبان بنائیں گے آؤ مل کر دکھوں کو بانٹ لیں۔ (۲۴)

گجرات کے ہی ایک اور سپوت جناب پروفیسر حامد حسن سید جو گجرات کی مختلف ادبی تنظیموں کی جان محفل قرار دیئے جاتے تھے اُن کے فرزند منیر سید کے افسانوں کا مجموعہ موڑ مہاروے ۱۹۹۱ء میں پیش ہوا۔ خوبصورت افسانوں کے اس مجموعہ میں ایک افسانہ ،بدعا، کے نام سے موجود ہے۔ جس کو پڑھ کر انسانی دل کانپ اٹھتا ہے۔ معاشرتی رویے کی بلکتی تصویر سامنے آتی ہے۔

> میں نے کہا، کلمہ پڑھو۔ نہ جانے اس تکلیف کی حالت میں اُس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی ۔ اس نے اپنی طاقت کو یکجا کر کے کہا، میں کلمہ نہیں پڑھوں گی، میں بد دعا دوں گی، مسلمانوں پر خدا کا قہر۔ میں نے کہا، سب مسلمان تو گنہگار نہیں اور گناہ تو دنیا میں ہر جگہ ہو رہا ہے۔ جواب تھا، اگرچہ سب گنہگار نہیں مگر کچھ بے حوصلہ، بے بس اور کچھ تماشائی، یہ گناہ نہیں ظلم ہے، ظلم کی انتہاء ہے اور خدا اپنی عادت کے مطابق اُسے مٹا دے گا۔ (۲۵)

شعیب صادق کا تخلیقی فن، ان کی سوچ، ان کا انداز ہمارے پاؤں تلے کی ٹھوس زمین کا احساس، ہمارے اندر اجاگر کرتا ہے۔ شعیب کی کہانی پڑھتے ہوئے قاری بے نام، بے سمت، اور قیاسی فضاء میں معلق ہوتا ہے، ان کے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

افسانوں میں جتنے دُکھ، جتنی مسکراہٹیں، بیزاریاں ہوتیں ہیں۔، وہ سب سچ ہے اور سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے، اور اپنے وجود کے کوڑھ کا اعتراف اپنے آپ کو اچھوت بنالینا ہے۔ شعیب صادق تحریر کرتے ہیں۔

چھوٹے نواب نے غصے سے کہا اُتارتی ہو کہ نہیں۔ اس کو حکم چلانے کی عادت تھی، اب وہ اس کا مطلب سمجھ گئی تھی، اس کی آنکھوں کو پڑھ چکی تھی، اس نے شرماتے شرماتے اپنے غلیظ ہاتھوں سے جسم کے چھیتڑے اُتار کر زمین پر رکھ دیئے، بمشکل ان میں چند باتیں ہوئیں ، پھر کہنا سننا نہ تھا بلکہ کرنا تھا۔ چھوٹے نواب کو یقین نہ تھا کہ وہ اس سے جسمانی ملاقات کرے گا، اس نے تو خود ہی کچھ عرصہ پہلے اس کے حویلی میں داخلے پر پابندی لگائی تھی۔ لیکن آج اس کی اپنی ضرورت حویلی کے اندر کیا اس کے بیڈ روم میں لے آئی تھی۔ ویسے بھی انسان میں کافی لچک ہے۔ وہ نظریہ ضرورت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے۔ خود قانون بناتا ہے، اور خود ہی اسے توڑتا ہے، اب اس نے اس بستر پر جانے کے لئے کہا۔ وہ صوفے سے اٹھی اور سیدھی نرم و گرم بستر پر لیٹ گئی۔ چھوٹے نواب نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو اُسے ایسے لگا جیسے بستر پر کوئی غلیظ ڈھیری پڑی ہو۔ پھر اُس نے ناک پر انگلی رکھ کر اس کے قریب جانے کی کوشش کی لیکن ہمت نہ ہوئی، زیادہ دیر تک یہ صورت حال قائم نہ رہ سکی۔ اچانک اُس کے جذبات خشک ماچس کی طرح بھڑک اٹھے، وہ انجان بن گیا، غلاظت اور نجاست کا ڈھیر اس کی باہوں میں تھا۔ بدبودار جسم اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، اس کے سامنے ایک روح تھی، وہ بھی جوان عورت کی روح، اس اچھوت پنڈے کے ساتھ اس کا پنڈا مل گیا تھا۔(۲۶)

حوالہ جات

۱۔ ماہنامہ ”شاعر“ اپریل ۲۰۱۰ء دہلی انڈیا، ماہنامہ سخن انٹرنیشنل گجرات، ۲۰۰۶ ص ۱۰
۲۔ ایضاً، ص ۱۱
۳۔ محمد ریاض، گجرات کی صحافت، مجلہ حروف، گورنمنٹ زمیندار ڈگری سائنس کالج گجرات ۲۰۰۲
۴۔ عبداللہ حسین ”اداس نسلیں“ سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۸۳

۵۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں "اردو ناول" انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۹۹

۶۔ اسلوب احمد انصاری "اردو کے پندرہ ناول" علی گڑھ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۵

۷۔ عبداللہ حسین "نادار لوگ" سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۶

۸۔ عبداللہ حسین "نادار لوگ" سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۶۰

۹۔ ڈاکٹر جاوید زمان سوز "پھول چُنتی رہی" سیٹھ آدم جی عبداللہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۹۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۵

۱۱۔ اسلم راہی، ایم اے "نورالدین زنگی" مقبول اکیڈمی، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۳

۱۲۔ فخر زمان "کم ذات" اردوروپ، کنول مشتاق، کلاسک پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۰

۱۳۔ فخر زمان "کم ذات" اردوروپ، کنول مشتاق، کلاسک پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۳

۱۴۔ فخر زمان "تو کہ میں" اردوروپ، ساجد علی بھٹی، کلاسک پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۲

۱۵۔ ثریا ملک شمع "تعبیر"، اعوان پبلشرز، گجرات، ۱۹۹۷ء، ص ۶۲

۱۶۔ پروفیسر زہیر کنجاہی "ارادت" ادارہ فروغ ادب پاکستان، سرگودھا، ۲۰۰۶ء ص ۸۰۔۱۷۹

۱۷۔ ظفر ادیب "درد کے رشتے" بزمی پبلی کیشنز، کنجاہ، گجرات، ۲۰۰۴ء ص ۴۶

۱۸۔ پروفیسر زہیر کنجاہی "محبت اور خون" اُستانی، روزن پبلشرز، گجرات، ۲۰۰۵ء ص ۱۱۴

۱۹۔ شمشاد احمد "گرم ریت" جدید پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۳ء

۲۰۔ فیصل نواز چوہدری "آزاد قیدی" شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۲۰۰۶ء ص ۸۰

۲۱۔ ماہنامہ "شاعر" اپریل ۲۰۱۰ء دہلی انڈیا، ماہنامہ سخن انٹرنیشنل گجرات، ۲۰۰۶

۲۲۔ فیصل نواز چوہدری "آزاد قیدی" شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۲۰۰۶ء

۲۳۔ منظور حسین مرزا "منتخب ادب" مرتبہ حلقہ ارباب ذوق گجرات، طاہر پبلی کیشنز، مساوات پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۳۸

۲۴۔ ثریا ملک شمع، "منتخب ادب" مرتبہ حلقہ ارباب ذوق، گجرات، طاہر پبلی کیشنز، گجرات مساوات پرنٹنگ

پریس لاہور، ۱۹۶۳ء ص ۱۲۲

۲۵۔ منیر سید" موڑ مہاروے" مساوات پبلشرز، لینڈ آف پرنٹنگ پریس، گجرات،

۲۶۔ شعیب صادق "نئی راہیں" الحمد پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۲، ص ۱۶